مولانا عبدالستار حماد (مدینہ یونیورسٹی)

قسط (۱۱)

عصمتِ انبیأ علیہم السلام

ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑا الحاد اور اتہام ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ ساری غلط فہمی لفظ "تمنّیٰ" کے مفہوم کو نہ سمجھنے میں پیدا ہوئی ہے "تمنّیٰ" کے معنی خواہش اور آرزو کے ہیں، اور پڑھنے اور تلاوت کرنے کے بھی ہیں۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضؓ کا ایک شعر حضرت عثمان بن عفان رضؓ کے متعلق ہے:

تمنّی کتاب اللّٰہ اوّل لیلۃ ۔۔۔ وآخرھا لاقی حمام المقادر

یعنی حضرت عثمان رضؓ رات کے پہلے حصے میں تلاوت کرتے رہے اور آخری حصے میں شہید ہو گئے۔

اسی طرح اس آیت میں بھی "تمنّیٰ" کے معنی پڑھنے اور تلاوت کرنے کے ہیں۔ جن لوگوں نے اس کے معنی آرزو اور خواہش کے لئے ہیں، ان کے لئے اس معنوی قصے کے تسلیم کرنے میں آسانیاں پیدا ہو گئیں اور ہمارا بھی یہ خیال ہے کہ یہ قصہ لفظ "تمنّیٰ" ہی سے کسی منچلے نے اختراع کیا اور واضع کا ذہن اسی لفظ سے اس قصے کی جانب منتقل ہوا ہے۔

آیت کا مقصد تو واضح اور بیّن ہے کہ انبیاء علیہم السلام جب لوگوں کے سامنے احکام پیش کرتے ہیں تو شریر لوگ کچھ بڑھا چڑھا کر اسے پھیلاتے ہیں اور لوگوں کے قلوب واذہان میں قسم قسم کے شبہات واوہام پیدا کر دیتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ جوابات قاطعہ اور براہین ساطعہ سے ان شبہات کو دور کر دیتا ہے۔ پھر غلط فہمی

کیلئے کوئی احتمال ہی باقی نہیں رہتا، البتہ ان کے دلوں کی آزمائش ہو جاتی ہے۔

تو اس صورت میں آیت کا ترجمہ یوں ہوگا:

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ سے قبل کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے کچھ پڑھا، تب ہی شیطان نے اس کے پڑھنے میں کفار کے قلوب میں شبہ ڈالا۔ پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو جوابات قاطعہ سے نیست و نابود کر دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات کے مضامین کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب علم والا اور خوب حکمت والا ہے۔ اور یہ سارا قصہ اس لئے کیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ایسے لوگوں کے لئے آزمائش کا ذریعہ بنا دے جن کے دلوں میں شک کا مرض ہے اور جن کے دل بالکل ہی سخت ہیں۔"

اب اس طرح معنیٰ کرنے سے اعتراض خود بخود رفع دفع ہو گیا۔ الحمد للہ رب العالمین!

اسی اعتراض کا رد کرنے کے لئے حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹیؒ نے ایک رسالہ "عصمت النبی" تصنیف کیا تھا جو آج کل نایاب ہے۔ اس لئے ہم ان کا تتبع کرتے ہیں اور نہایت ایجاز و اختصار کے ساتھ مولانا مرحوم و مغفور کے دلائل کو ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اثنائے قرأت میں لوگوں کو الفاظ "تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی" کے سننے کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں:

اول، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمداً کسی غرض کو مدنظر رکھ کر محض کفار کی دلجوئی و تالیف قلبی کے لئے یہ الفاظ کہنا۔

دوم، غفلت سے آپ کی زبان مبارک سے ان کلمات کا نکل جانا۔ جیسا کہ سرولیم نے قرار دیا ہے۔

سوم آپ کی قرأت کے وقت شیطان کا ان کلمات کو اس طرح سے کہنا کہ سامعین کو آپ ہی کے پڑھنے کا خیال ہو۔

چہارم، آپ کے اثنائے قرأت میں کسی کافر مشرک کا ان کلمات کو کہنا تاکہ آپ کے

مضمون تردید بت پرستی کا جواب ہو سکے۔ اور لوگوں میں ایسا مشہور ہو جائے کہ گویا آپ نے بھی بتوں کی شفاعت کا اقرار کر لیا ہے۔

ارباب عقل و دانش پر مخفی نہیں وہ جانتے ہیں اور خیال فرما سکتے ہیں کہ آخری صورت میں سرور کائنات پر کوئی اعتراض واقع نہیں ہوتا کیونکہ ہر شخص اپنے فعل کے متعلق مسئول اور جواب دہ ہے۔

اسی طرح دوسری اور تیسری صورت میں بھی دنیا کے مسلمہ قاعدہ کے مطابق آپ کی شان کے برخلاف کوئی خیال ظاہر نہیں ہو سکتا۔ لیکن چونکہ آپ فرستادہ برحق ہیں اور رسول کی وحی و الہام اور اس کی تبلیغ دخل شیطانی سے بالکل منزہ اور سہو و نسیان کے سیاہ داغ سے بالکل صاف اور پاک ہوتی نہایت ہی ضروری ہے، اس لئے اس کو نظر انداز نہیں کریں گے بلکہ مسکت اور خاموش کن جواب دیں گے۔

باقی پہلی صورت کو تسلیم کرنے میں (معاذ اللہ) نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت میں غیر معمولی فرق آتا ہے اور یہ عہدہ رسالت کے عین منافی اور منصب نبوت کے بالکل برخلاف ہے۔

اگرچہ پہلی صورت کے وقوع کی نسبت کوئی داخلی یا خارجی شہادت نہیں اور نہ آج تک کسی یورپی مصنف یا محقق نے اسے قرار دیا ہے، اس لئے اس کا جواب دینے کی کچھ چنداں ضرورت نہ تھی۔ لیکن صرف اس خیال سے کہ شاید کوئی منچلا گستاخ ایسے کلمات کہنے کی جرأت و جسارت کرے تو اس کے جواب اور اطمینان و تسلی کے سلئے اس صورت کو بھی دیگر قابل اعتراض صورتوں کی طرح زیر نظر رکھ کر اس قصہ کا بے اصل ہونا اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس اعتراض سے بالکل منزہ ہونا ثابت کرتے ہیں۔

ظاہراً واقعہ سے یہ تاثر ملتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی میں "دخل شیطانی" تھا۔ نیز آپ کی تبلیغ بھی سہو و نسیان سے پاک نہ تھی اور آپ نے محض کفار کی رعایت کرتے ہوئے عمداً ان کے معبودان باطلہ کی تعریف کی تھی (معاذ اللہ)، (جن بتوں کے خلاف آپ زندگی بھر سینہ سپر رہے)

اب ہم اس اعتراض کو تین طریقوں سے زائل کرتے ہیں، وباللہ التوفیق!

طریق اول میں قرآن مجید کی ان آیات بینات کا ذکر آئے گا جن میں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کا دخلِ شیطانی اور بوقت تبلیغ کا طمع نفسانی اور سہو ونسیان سے
بالکل پاک ہونا صراحتًا مذکور ہے۔

سب سے پہلے انہی آیات کا ذکر کرتے ہیں جن میں "افرأیتم اللات والعزیٰ الخ"
مذکور ہے اور انہی آیات کے ضمن میں "تلک الغرانیق العلیٰ" الخ کا پڑھا جانا بیان کیا جاتا
ہے لیکن چونکہ ان آیات کی توضیح وتشریح ہم سابقہ صفحات میں ذکر کر آئے ہیں اور بیان
کر دیا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام کی وحی دخلِ شیطانی سے محفوظ و مامون تھی اور بوقتِ تبلیغ
آپ کا سہو ونسیان میں مبتلا ہونا دائرۂ امکان سے خارج ہے، اس لئے ان کا ذکر کرنا
باعثِ طوالت ہوگا لہٰذا ان کو سابقہ توضیح کے پیشِ نظر، نظر انداز کرتے ہیں۔

اصل مقصود صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنزیہہ ثابت کرنا ہے جس کا
بیان ہو چکا، لہٰذا دوسری آیات پیشِ خدمت ہیں:

۱۔ "لا تحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه وقرآنه فاذا قرأناه
فاتبع قرآنه ثم ان علینا بیانه" (القیامۃ)

یعنی "اے پیغمبر! آپ وحی کو یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو جلدی جلدی نہ
ہلایا کریں کیونکہ آپ کے سینہ میں قرآن شریف کو جمع کر دینا یعنی حفظ کرا دینا
اور بوقتِ تبلیغ ٹھیک طور پر پڑھوا دینا ہمارا فرض ہے"

اس آیت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی دخلِ شیطانی
سے منزہ ہے۔

۲۔ "عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا o الا من ارتضی من رسول
فانه یسلک من بین یدیه ومن خلفه رصدا o لیعلم ان
قد ابلغوا رسالات ربهم واحاط بما لدیهم واحصی کل
شیء عددا"

کہ "اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے اور وہ غیب کی باتیں کسی پر ظاہر نہیں
کرتا مگر کسی رسول پر جس کو ان سے برگزیدہ کیا ہوتا ہے کیونکہ اس کی طرف وحی
کرتے وقت اس کے آگے پیچھے فرشتوں کا پہرا چلا کے رکھتا ہے (کہ وحی
دخلِ شیطانی سے محفوظ رہے) تاکہ ظاہر ہو جائے کہ ان پیغمبروں نے

رب کے تمام پیغام مکمل طور پر پہنچا دیئے ہیں اور ان کے جملہ حالات خداوند عالم کے علم میں ہیں۔ اس نے ہر چیز کی گنتی اپنے علم میں رکھی ہے۔"

ان آیات بینات کی روشنی میں "تلک الغرانیق" کا مقصد خرافی بالکل بے نقاب ہو جاتا ہے۔

دوسرا طریق!

محققین مفسرین و محدثین اور متکلمین کی بعض عبارتیں پیش کی جاتی ہیں جو انہوں نے اپنی معتبر تصانیف میں بیان کی ہیں اور بڑے زور سے اس قصے کی تردید کی ہے۔

فخر اندلس علامہ ابن حزم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"وہ روایت جس میں شیطان کا ذکر ہے کہ اس نے آواز بدل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت میں کچھ اضافہ کر دیا" سراسر کذب" اور "موضوع" ہے اور نقل کے اعتبار سے کبھی بھی صحیح نہیں ہو سکتی۔ اور ایسی روایتوں کے جواب دینے میں بیکار وقت ضائع کرنا ہے۔ اس لئے کہ جھوٹی بات کی ہر کوئی تردید کر سکتا ہے۔ ہاں جن لوگوں نے اس کے ثبوت میں قرآن کی آیت "وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنى القى الشيطان في امنيته فينسخ الله ما يلقي الشيطان" کو پیش کیا۔ وہ صریح غلطی پر ہیں۔ اس لئے کہ "امانی" خواہشات کا تعلق قلب سے ہے اور اس جگہ اس کا کوئی معنیٰ دیغیرہ نہیں بنتا۔ پھر یہ بات واضح ہونی چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کے ایمان کی تمنا کی تھی اس کے علاوہ آپؐ کی تمنا کچھ اور نہیں تھی لیکن اللہ تعالیٰ کو ابو طالب کا ایمان منظور نہ تھا۔ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا ہے اور اس کے علاوہ یہاں اور کوئی بات نہیں ہے۔ ہم خدا سے اس بات پر طالب امان ہیں کہ کوئی نبی کسی بھی معصیت کی تمنا کرے۔ پہلے ہم نے جو کچھ کہا ہے، اس پر قرآن کی آیت ظاہر طور پر بالکل صاف صاف طور سے دلالت کر رہی ہے۔ نہ تو اس کے مفہوم کے لئے کسی تکلف کی ضرورت ہے اور نہ تاویل و تحویل کی حاجت ہے۔ ایک ایسی ظاہر اور آراستہ

آیت کے مفہوم کو اسی وقت چیلنج کیا جا سکتا ہے، جب اس طرح کی کوئی دوسری ظاہر اور آراستہ آیت اس کے خلاف آ سکے۔" (الملل والنحل ج۱ ص۲۳)

۲۔ فتح البیان نے اس قصے کو باطل قرار دیا ہے۔ مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"ولم یصح شیء من ھذا ولا ثبت بوجہ من الوجوہ ومع عدم صحتہ بل بطلانہ فقد دفعہ المحققون بکتاب اللہ سبحانہ"

کہ "اس روایت میں سے کچھ بھی صحیح نہیں اور نہ ہی کسی وجہ سے اس کا ثبوت ہوا ہے۔ اور علاوہ اس کے، اس قصہ کے غلط بلکہ باطل ہونے کی بناپر محقق لوگوں نے اس کو کتاب اللہ سے بھی رد کیا ہے۔"

۳۔ تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

"اما اھل التحقیق فقد قالوا ھذہ الروایۃ باطلۃ موضوعۃ واحتجوا علیہ بالقرآن والسنۃ والمعقول"

کہ "اہل تحقیق یہی فرماتے ہیں کہ یہ پوری روایت بالکل باطل اور بناوٹی ہے۔ اور اس کے رد کرنے پر ان محققین نے قرآن و سنت سے جواب دیئے ہیں اور بہت سے عقلی دلائل بھی ذکر کئے ہیں۔"

۴۔ تفسیر "سراج منیر" میں اس قصے کی تردید کے ضمن میں امام رازی کی عبارتیں نقل کر کے یوں لکھا ہے:

"وھذا ھو الذی یطمئن الیہ القلب"

کہ "جو کچھ امام رازی نے لکھا ہے، اطمینانِ قلب کے لئے کافی و شافی ہے۔"

۵۔ تفسیر خازن میں علامہ علاؤ الدین علی نے اس کی بھرپور دلائل سے تردید کی ہے اور مفصل لکھا ہے۔

(باقی)